

مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی*

(قسط ۵۲)

عہد طالب علمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

۱۹۸۱-۱۹۸۰ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائیریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کے معمولات شب وروز اور اسفار کے علاوہ اعزہ واقارب، اہل محلہ وگردو پیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال وواقعات درج فرماتے۔ آپ کی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائیریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کر لیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزار ہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیران ذوق مطالعہ استفادہ کر سکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں..... (مرتب)

آہ! شہید علم حضرت مولانا محمد علی نور اللہ مرقدہ

۱۱ محرم الحرام کادن دارالعلوم کے لئے ماتم وشیون کادن بنا کہ دارالعلوم کے ایک قدیم جید اور متبحر بزرگ استاذ حضرت علامہ الحاج استاذنا المحترم مولانا محمد علی صاحب سوائی صبح دس بجے یکا یک اس دار فانی سے منہ موڑ کر واصل بحق ہوئے وصال کا سانحہ بھی عجیب قابل غبطہ اور لائق صدر شک شکل میں پیش آیا۔ فقہ حنفی کی مستند کتاب ہدایہ آخرین کی درس سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ اچانک دل کا دورہ پڑا چارپائی پر لٹا دئے گئے جسم اتنا ملائم نرم اور ساتھ ہی گرم بھی تھا کہ ہم سب لوگوں کو کافی دیر گزرنے کے باوجود وفات کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ اساتذہ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور طلبہ کا ہجوم ارد گرد جمع تھا کہ ڈاکٹر نے وفات کی تصدیق کردی ایک رقت انگیز کیفیت سب پر طاری تھی حضرت شیخ الحدیث مدظلہ گریہ سے بے قابو تھے اور دعا فرماتے ہوئے مولانا کو ”شہید علم“ قرار دیا۔ ابھی چند لمحوں قبل وہ قرآن وحدیث پر مبنی احکام شرعیہ کی تشریح وتوضیح فرما رہے تھے۔ کراما کاتین نے دفتر اعمال کا آخری صفحہ درس ہدایہ کی شکل میں قلمبند کیا۔ عالم نزاع کی حالت میں اور موت کی دہلیز پر قدم رکھتے ہوئے بھی علمی مسائل ومباحث اور کتابوں کی درس

وتدریس کی ایسی مثالیں سلف میں بھی موجود ہیں۔ مگر بہت خال خال۔

پونے ایک بجے دوپہر دارالعلوم کے صحن میں سینکڑوں علماء و صلحاء اساتذہ و طلبہ نے باچشم پریم دارالعلوم کے اس دیرینہ اور مخلص ترین خادم علوم کتاب و سنت اور مشفق استاد کا جنازہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی امامت میں پڑھا۔ عام دیدار کے بعد نعش مبارک سوات روانہ کی گئی۔

آپ کی طلباء سے بے تکلفی اور شفقت مثالی تھی مگر اس کے ساتھ ضبط و سچلن اور امتحانات میں سخت گیری اور طلبہ کے احتساب کی بھی مثال نہیں ان کی وفات سے نہ صرف دارالعلوم بلکہ پورا ملک عہد سلف کے ایک معیاری نمونہ اور مثالی شخصیت سے محروم ہو گیا۔

مولانا محمد علی سواتی کی وفات پر تعزیتی اجتماع میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کا خطاب قال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم موت العالم موت ہر کسی کو آنی ہے حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی موت آئی کل من علیہا فان مگر فنا میں فرق ہے ایک فنا وہ ہے کہ صرف ایک انسان پر طاری ہو جائے جس سے صرف فرد واحد کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں کیونکہ اس آدمی کا مقصد زندگی اپنے خوراک، لباس و مکان کیلئے تگ و دو کرنا تھا۔ اس کے مرنے سے صرف اس کے اپنے مفادات ختم ہو جاتے ہیں اس کی زندگی کا مقصد صرف اپنی ”انا“ کی الائش و ارائش تھا۔ دوسری موت وہ کہ ایک فرد کے مرنے سے اس کے خاندان اور کنبہ کو نقصان پہنچے کیونکہ یہ آدمی سارے کنبہ، رشتہ داروں اور عزیزوں کا خیر خواہ و معاون تھا۔ تیسری موت اس شخص کی ہے کہ اس کا مرنا ساری مخلوق کیلئے تکلیف اور مصیبت کا باعث ہو یہ وہ موت ہے کہ آدمی اپنی ذات، خوراک، مکان اور عزیزوں کی فکر ہی نہ ہو اور نہ اس کو اپنی اولاد اور کنبہ کا خیال ہو بلکہ کل مخلوق و قوم کی زندگی کی بہتری کا طلبگار ہو۔ اس کی نشست و برخاست، سونا اور اٹھنا مخلوق کی بہتری اور اصلاح کیلئے ہو، ایسے آدمی کی وفات سے ساری قوم کو تکلیف پہنچتی ہے ایک عالم کی موت درحقیقت عالم کی موت ہے۔ خاص کر ایسا عالم جیسے حضرت مولانا محمد علی رحمہ اللہ کہ انہوں نے اپنی ساری زندگی اشاعت دین کیلئے وقف کر رکھی تھی، ہم سب پر بلکہ پورے عالم اسلام پر ہر عالم کے احسانات ہیں آپ نے بخاری شریف میں پڑھا ہے کہ جب تک علماء موجود ہوں اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہے، قیامت نہیں آئے گی۔ قیامت کے آنے سے پہلے علماء کی کمی آجائے گی۔ مقتدر اور باعمل علماء روئے زمین سے اٹھتے چلے جائیں گے اور ان کی جگہ جہلاء بیٹھ کر فتاویٰ دیں گے۔ جس سے خود وہ اور قوم بھی گمراہ ہو جائیگی۔ جب تک عالم زندہ ہے اللہ کا نام بھی زندہ رہے گا اور جب عالم نہ رہے گا تو تباہی و گمراہی کا آنا پھر یقینی ہے۔ یہ علماء ہی کی برکت ہے کہ ہم آج نماز، حج، زکوٰۃ و جہاد اور دیگر عبادات ادا کر رہے ہیں

اور جب علماء وفات پا کر ان کی جگہ جہلاء لے لیں گے تو پھر دہریت، الحاد اور زندقہ ہوگا۔ جیسے کہ آپ کو معلوم ہوگا کہ جب روس میں علماء کے وجود کو ختم کر دیا گیا تو اسکی جگہ الحاد اور دہریت نے لے لی۔ اب وہاں اللہ کا نام لینا جرم ہے اور اب آپ کے پڑوس افغانستان میں روسی اپنے نظریات کے پھیلا نے کیلئے حملہ آور ہوئے ہیں اور دیندار مسلمان اور علماء جن میں سے اکثریت اس دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور پروردہ ہیں ان کے خلاف جہاد کر رہے ہیں بحمد اللہ اب بھی دنیا کے بڑے خطہ میں اللہ کے نام لیوا کثیر تعداد میں موجود ہیں ورنہ جب خدا کا نام لینے والا نہ رہے تو قیامت آجائیگی۔

کتب حدیث وفقہ بغل میں لئے اللہ کے پاس حاضری

آج دارالعلوم حقانیہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کو جو صدمہ حضرت مولانا مرحوم کی وفات سے پہنچا ہے تو یہ صدمہ بے جا نہیں۔ فی الحقیقت ہم سب کا ناقابل برداشت نقصان ہوا ہے۔ وہ تو ان شاء اللہ یقیناً جنت الفردوس میں جائیں گے۔ وہ حالت سفر میں تھے۔ فقہ حنفی کی مشہور دینی کتاب ہدایہ ان کے سامنے تھی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معروف دینی کتاب طحاوی شریف اپنے قریب مطالعہ کے لئے رکھی ہوئی تھی محرم کے مبارک ایام تھے اور اس سے پہلے دودن باوجود ضعف کے صائم رہے۔ یہ سب برکت کی نشانیاں ہیں۔

مولانا عبدالسمیع دیوبندی کو مولانا مدنی کا عبرت آموز مشورہ

دیوبند میں ہمارے ایک استاد حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب رحمہ اللہ مشکوٰۃ شریف و مختصر المعانی وغیرہ پڑھاتے تھے بیمار ہو گئے بیماری بڑھنے پر جب سبق پڑھانے کے قابل نہ رہے تو اس کے اسباق دیگر اساتذہ کو تقسیم کر دئے گئے تاکہ جب تک بیماری میں ہیں طلباء کے درس کا سلسلہ جاری رہے حضرت مولانا رحمہ اللہ نے یہ سوچ کر کہ اب میں بیماری کی وجہ سے سبق پڑھانے کے قابل نہیں رہا، مدرسہ والوں کو اپنا استعفیٰ بھیج دیا جب ہمارے شیخ العرب والجم مولانا حسین احمد مدنی کو معلوم ہوا تو ان کے پاس تشریف لے جا کر فرمایا کہ اے عبدالسمیع کیا تو یہ نہیں چاہتا کہ قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے پیش ہو تو تیری بغل میں مشکوٰۃ شریف ہو۔ یہ آپ کی کتنی سعادت مندی اور نیک بخشی ہوگی۔ اسلئے آپ اپنے نام سے یہ کتاب نہ کاٹیں، پڑھائے گا کوئی اور مگر فہرست میں بدستور آپ کا نام ہوگا۔ چنانچہ اسی پر عمل ہوا اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت مولانا محمد علیؒ کا بھی یہی طریقہ رہا۔ بیماری کا حملہ گزشتہ سال ہوا تھا اس لئے ہم نے اس سال ان کو عرض کیا کہ اس سال صرف آرام کی غرض سے دارالعلوم میں رہیں۔ نقاہت زیادہ ہے اس لئے اپنے آپ پر اسباق کا بوجھ نہ ڈالیں۔ مگر رب العزت کو تو ان کے درجات کو بلند کرنا مقصود تھا تو گھر سے

آتے ہی فرمایا کہ میری کتب کو کیوں تقسیم کر دیا گیا ہے اور آتے ہی تدریس شروع کر دی اور پھر آخر میں بھی کتب بغل میں لئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔
حقانیہ کی ترقی اساتذہ کے خلوص و توکل کا نتیجہ

حضرت مولانا محمد علیؒ نے قریباً تیس سال انتہائی شفقت، محبت اور اخلاص سے تدریس کو جاری رکھا، آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ دارالعلوم نہ نوابوں کا ہے اور نہ امیروں کا اور نہ اس کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہے صرف اللہ کے توکل، حضرت مولانا محمد علیؒ اور آپ جیسے اساتذہ و منتظمین طلباء و معاونین کے خلوص ہی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی خدمت کو قبول فرما کر اتنی ترقی سے نواز رہے ہیں جیسا کہ میں نے عرض کیا مولانا مرحوم مجسمہ اخلاص تھے۔ ہمارے ساتھ معاملہ بھائیوں سے بھی زیادہ بہتر رہا۔ دارالعلوم میں عجیب بے تکلفانہ زندگی گزاری۔ سارے طلباء اور اساتذہ کیساتھ بے تکلف تھے۔ ہر فن کی ہر کتاب پڑھانے میں ماہر تھے۔ حدیث میں ان کو دسترس حاصل تھی فقہ کی اہم کتاب ہدایہ بیس پچیس سال پڑھاتے رہے اور اتنی باقاعدگی اور نافعہ کے بغیر ہر سال رجب کی ۱۵ تاریخ تک اپنی کتابوں کو ختم کر دیتے اور طلباء بھی بے حد مطمئن رہتے۔

علم صفت خداوندی کے ساتھ تواضع کی ضرورت

امام بخاری نے غالباً کتاب العلم میں فرمایا ہے کہ علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے پہلے حیات اور پھر علم۔ علم کا جب کسی میں اثر آجائے اور علم کا کچھ حصہ حاصل کرے تو خطرہ ہے کہ اس آدمی میں تکبر آجائے تو فرمایا کہ کہ علم کے ساتھ تواضع بھی ضروری ہے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی علم کے ساتھ تواضع کی یہ حالت بھی فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم محمد قاسم اس دیوار سے بھی زیادہ ان پڑھ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی وصیت پر ہمارے تمام اساتذہ اور خاص کر مولانا مرحوم کا پورا عمل تھا اور ساری عمر انتہائی تواضع رہے۔ اگرچہ مجھ سے کبھی انہوں نے ذکر نہیں کیا۔ مگر مختلف ذرائع سے مجھے معلوم ہوتا ہے رہا کہ پاکستان کے بڑے بڑے مدارس والوں نے وقتاً فوقتاً حضرت مولانا کو بڑی تنخواہوں کی پیش کش کی مگر وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا جنازہ اسی دارالعلوم سے نکلے گا۔

تلامذہ علم کا فیضان اور جہاد افغانستان صدقہ جاریہ ہے

عظیم قاعدت اور تواضع کے مالک اور علوم کے جامع تھے۔ آپ سب طلباء اور گزشتہ فضلاء کرام نے انہی اساتذہ کرام سے اسباق پڑھے ہیں تو اب انہی کے علوم پھیلاؤ گے۔ انہی اساتذہ میں سے مولانا مرحوم بھی ہیں اور آپ دارالعلوم کے تمام فضلاء کے اشاعت دین کا یہ سلسلہ بھی انکے صدقہ جاریہ میں شمار ہوگا۔

ابھی عرض کر چکا ہوں کہ آج افغانستان میں بیشتر فضلاء جہاد میں مصروف ہیں یہ انہی اساتذہ جن میں حضرت مولانا محمد علیؒ بھی شامل ہیں کی موت کے بعد اس کا اجر و ثواب ان کے لئے صدقات جاریہ کی حیثیت سے ان کے نامہ اعمال میں محسوب کیا جائے گا۔

اس وقت ملک و بیرون ملک دارالعلوم کے سینکڑوں فضلاء کرام تدریس و تبلیغ و دیگر دینی امور سرانجام دے رہے ہیں جو انہی اساتذہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے اور اس کا اجر و ثواب بھی حضرت مولانا مرحوم و دیگر اساتذہ و معاونین دارالعلوم کے حصہ میں آئے گا۔ اس میں بڑا حق اساتذہ کا ہے۔

بھائیو! دارالعلوم میں بہت بڑی خلا پیدا ہو گئی ہے ہم ایک بڑے مقتدر استاد سے محروم ہو گئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولاناؒ کے علمی کمالات، اخلاق، دینداری، حسن سلوک، کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ تیس سال میں کسی کو سخت بات نہ کہی۔ رب العزت ان کو جنت الفردوس نصیب فرما کر ان کے خاندان، اہل و عیال طلباء، لواحقین اور مدرسہ پر ان کے انوار و برکات قائم و دائم رکھے۔ اور اس خلاء کو احسن طریقے سے پُر فرمادے۔

مولانا حضرت مفتی محمودؒ تائبندہ درخشندہ صفات

اکابر علماء جارہے ہیں قریبی دنوں میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ جو علم و سیاست کی عظیم ہستی تھی۔ انتقال فرما گئے انہوں نے پاکستان میں علم اور علماء کے وقار کو بلند کیا اور علماء کو عزت کا مقام دیا حکومت اور انگریزی خوان بھی ان سے خائف تھے اور سب پر ان کا رعب تھا۔ انگریز علماء کو ذلیل کرنے کی جو ناکام کوششیں کیں وہ ہم کو معلوم ہیں انہوں نے علماء اور مذہب اسلام کو لوگوں کی نظروں سے گرانے کیلئے ہر حربہ استعمال کیا تھا یہ مفتی محمود رحمہ اللہ ہی تھے کہ انہوں نے علماء دوبارہ علماء کو باعزت مقام دلانے کیلئے ان طبقوں کو اپنے جرائم و منہ اندازہ اقدام اور علمی مہارت سے الزامی اور تحقیقی جوابات کے ذریعے مرعوب کر دیا تھا۔ وزیر اعلیٰ جیسی مسند پر بیٹھ کر جب کہ وہ کروڑوں روپے پیدا کر سکتے تھے۔ فقیرانہ زندگی بسر کی اور اپنے لئے مکان تک نہ بنایا۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ کئی لوگوں نے مالی ذرائع سے ان تک رسائی اور فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے سارے دنیاوی جاہ و جلال کو ٹھکرا دیا۔

حضرت تھانویؒ کی ملاقات کیلئے ایک آدمی پورپ سے آیا اور سوال کیا کہ آپ نے بیان القرآن کے نام سے قرآن کی ایک ضخیم تفسیر مرتب کی تو قوم نے آپ کو اس کا کیا عوض اور صلہ دیا۔ حضرت نے فرمایا ہم یہ دینی خدمات اللہ کی رضا کیلئے کر رہے ہیں اس میں عوض لینے کی ہم کو کوئی ضرورت نہیں۔ مفتی محمودؒ نے دنیا اور اہل دنیا کو دکھا دیا کہ اس دین میں اتنی برکت اور قناعت ہے کہ جب ایک دیندار آدمی بڑے سے بڑے عہدہ پر بھی فائز ہو جاتے وہ سب دنیاوی آسائشوں کو ٹھکرا دیتا ہے۔ حضرت مولانا محمد علی رحمہ اللہ بھی جاہ

وجلال کے طالب نہ تھے۔

رب العزت اس امت کو اکابر سے محروم نہ فرماویں۔ مولانا محمد علیؒ کی موت موت العالم، موت العلماء، موت دارالعلوم ہے۔ ان کا علمی سلسلہ بند ہوا۔ رب العزت ان پر رحمت نازل فرما کر جن علماء و اساتذہ کا زمانہ قریب و بعید میں انتقال ہوا سب کو رحمت کاملہ سے نوازے۔ دل تو بہت کچھ کہنا چاہتا ہے مگر مولانا کے اتنے کمالات ہیں کہ ان کا شمار ناممکن ہے۔ حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرما کر ان کے لواحقین، طلباء و فضلاء کرام کو صبر جمیل اور ہم سب کو ان کی تبلیغی و تدریسی سلسلہ کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں کیونکہ اگر یہ سلسلہ ختم ہوا تو پھر قیامت کے آثار ہیں۔ امین

تعمیر دارالحفظ والتجود کا آغاز

دارالعلوم میں ایک عرصہ سے حفظ و تجوید قرآن کریم کے لئے وسیع پیمانہ پر علیحدہ مستقل شعبہ کے قیام کی ضرورت محسوس کی جاتی رہی جہاں اس شعبہ کی کلاسیں اور رہائشی کمرے بچوں کی تربیت کی ساری ضروریات موجود ہوں۔ اس سال بحمد اللہ اس شعبہ کے لئے ڈیڑھ کنال پر مشتمل ایک رقبہ حاصل کیا گیا اور ۱۹ دسمبر بروز جمعہ المبارک ۱۱ بجے صبح حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے اساتذہ و اراکین طلبہ کی موجودگی میں اس عمارت کا سنگ بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھا۔ تقریباً ڈیڑھ کنال پر پھیلے ہوئے اس بلاک کی تعمیر و تکمیل پر تقریباً پانچ لاکھ روپے اخراجات کا تخمینہ ہے۔ اس کے دائیں جانب متصل عید گاہ ایک قطعہ دارالعلوم کے قبرستان کیلئے مخصوص کیا گیا ہے۔ اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث نے اس احاطہ کا سنگ بنیاد بھی رکھا۔ جواب حضرت شیخ کی آخری آرام گاہ اور مقبرہ حقانیہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی احاطہ بندی مکمل ہو گئی ہے۔ دارالحفظ والتجود کا کام نہایت تیزی سے جاری ہے۔

ایک ہونہار طالب علم کی شہادت

۴ دسمبر ۱۹۸۰ء بروز جمعرات دارالعلوم میں ایک حادثہ فاجعہ پیش آیا۔ دارالعلوم کے ایک نہایت بااخلاق دیندار اور ہونہار طالب علم مولوی محمد حنیف وزیرستانی جو ابتداء سے یہاں زیر تعلیم تھے اور اس سال دورہ حدیث میں شریک تھے، عنقریب فارغ التحصیل ہونے والے تھے۔ نماز فجر کی تیاری میں سڑک پار کرتے ہوئے ایک تیز رفتار کار کی زد میں آگئے اور دماغ پر شدید چوٹیں لگیں انہیں فوراً نوشہر سول ہسپتال پہنچایا گیا۔ کچھ دیر بعد احقر اور مولانا سلطان محمود نے ہسپتال پہنچ کر انہیں پشاور منتقل کرنے کا فیصلہ کیا۔ مگر مرحوم طالب علم نے راستہ ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ان کی میت ان کے آبائی گاؤں وزیرستان پہنچائی گئی۔ بعد میں دارالعلوم کے ایک معزز استاد مولانا عبدالحلیم صاحب دیروی اور سرکرہ طلبہ تعزیت کے لئے ان کے گاؤں گئے۔ مرحوم طالب علم کے بوڑھے والد نے ایمان باللہ اور رضاء بقضاء حادثہ کے ذمہ دار ڈرائیور کے

عفو و صغیر کا عجیب ایمانی مظاہرہ کیا۔ شہید طالب علم نہایت خاکسار مزاج کے مالک تھے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ساتھ خدمت کا نہایت قریبی تعلق رہا۔ حضرت کی مسجد میں رہتے۔ ان کی اچانک وفات سے پورے حلقہ دارالعلوم کے طلبہ اور اساتذہ کو صدمہ پہنچا۔

مولانا محمد نبی محمدی کی آمد

افغانستان میں روس سے برسر پیکار جماعت حرکت انقلاب اسلامی کے امیر مولانا محمد نبی محمدی صاحب سفر حج و بلاد اسلامیہ سے واپس ہوئے۔ تو مجاہدین و مجاہدین نے دارالعلوم حقانیہ میں استقبال کا فیصلہ کیا اور اطراف و اکناف سے سینکڑوں کی تعداد میں دارالعلوم پہنچ گئے۔ ۲ بجے مولانا محمد نبی صاحب امیر المجاہدین اپنے ساتھیوں اور ایک دوسرے مقتدر راہنما مولانا نصر اللہ خان کی معیت میں دارالعلوم پہنچے۔ استقبال کے لئے جمع ہونے والے مجاہدین اور مجاہدین سے مؤثر خطاب کیا اور سب سے پہلے دارالعلوم میں آمد کو اپنے لئے فال نیک قرار دیا اور اسے علم و ہدایت اور جہاد و دعوت کا اہم ترین سرچشمہ قرار دیا اور کہا کہ آج اس ادارے کے فیض سے افغانستان میں علماء اور طلباء مصروف جہاد ہیں۔ انہوں نے مولانا محمد علی صاحب مدرس دارالعلوم اور مولانا مفتی محمود صاحب کی وفات پر اظہار افسوس کیا اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی صحت کے لئے دعا کی۔ اس موقع پر دارالعلوم کی طرف سے احقر نے استقبالیہ کلمات کہے۔

۱۳ دسمبر: دارالعلوم کے سہ ماہی امتحانات شروع ہوئے۔

واہ میں مفتی محمود کی یاد میں جمعیت طلباء کے پروگرام میں شرکت

۲۸ دسمبر: کو احقر نے لوسر شرفواہ کینٹ میں جمعیت طلباء اسلام کی دعوت پر مولانا مفتی محمود صاحب کی یاد میں منعقدہ ایک تعزیتی تقریب میں شمولیت کی۔

واردین و صادرین

حسب سابق دارالعلوم میں مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے متعدد حضرات نے قدم رنجہ فرمایا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے ملاقات کی اور دارالعلوم کا معائنہ فرمایا ان میں مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچی۔ جناب مولانا پیر کرم شاہ الازہری، جناب حاجی فقیر محمد صاحب سابق وفاقی وزیر، مولانا زاہد الراشدی صاحب، جناب مولانا کوثر نیازی صاحب سابق وفاقی وزیر، جناب عزیز بھٹی صاحب سابق ایم این اے، جناب مولانا محمد بنوری صاحب، جناب ڈاکٹر عبدالوحد صاحب، ہالے پوتا صاحب اسلام آباد، جناب مولانا زاہد الحسینی صاحب، جناب سید پرویز صاحب جوائنٹ سکرٹری وزارت مذہبی امور اسلام آباد شامل تھے۔

حضرت مولانا اسعد مدنی کی حقانیت تشریف آوری اور خطاب

۷ جنوری ۱۹۸۱ء جانشین شیخ الاسلام رحمہ اللہ حضرت مولانا محمد اسعد مدنی صدر جمعیتہ العلماء ہند، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے ایشیائی اجلاس منعقدہ اسلام آباد میں شمولیت کیلئے مختصر دورے پر پاکستان تشریف لائے۔ اس بار بھی انہوں نے کثیر مشاغل سے وقت نکال کر صوبہ سرحد کا دورہ اپنے محبوب بزرگ بقیۃ السلف مولانا عزیز گل مدظلہ، اسیر مالٹا، اور اپنے استاد حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ کی زیارت کیلئے دارالعلوم میں قدم رنج فرمایا۔ یہاں پہلے سے حضرت مولانا اسعد مدنی نے رات گزارنے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء کرام نے والہانہ استقبال کیا۔

مہاجرین افغانستان کے بڑے کمپ کا معائنہ

دارالعلوم کی طرف سے مولانا انوار الحق صاحب، مولانا سلطان محمود صاحب ناظم، دارالعلوم کے ایک خادم خاص جناب ممتاز خان صاحب انہیں لینے پشاور کے ہوائی اڈہ اور پھر مولانا عزیز گل مدظلہ کے گاؤں سخاکوٹ میں موجود تھے اور آخر تک ساتھ رہے اکوڑہ خٹک آمد سے قبل راستہ میں انہوں نے اضافی خیل بالا کے قریب مہاجرین افغانستان کے ایک بڑے کمپ کا بھی معائنہ کیا اور ان لوگوں سے تبادلہ خیال کیا۔ دارالعلوم میں اچانک آنے کے باوجود سینکڑوں معتقدین بھی جمع ہو گئے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے تفصیلی تبادلہ خیالات اور ملاقات ہوئی۔ دارالعلوم کے نئے کتب خانہ کے ہال میں آپ کو عشاء دیا گیا۔ بعد از عشاء دارالحدیث میں جو سامعین سے بھرا ہوا تھا۔ معزز مہمان نے نہایت فاضلانہ خطاب فرمایا رات دارالعلوم میں گزارنے کے بعد صبح سویرے حضرت مولانا مدظلہ العالی عازم اسلام آباد ہوئے۔

ریڈیو پاکستان پر شیخ الحدیث اور دارالعلوم حقانیت کے بارے میں پروگرام نشر ہونا جنوری کے دوسرے ہفتہ میں ریڈیو پاکستان پشاور نے دارالعلوم آکر حالات ریکارڈ کرائے حضرت شیخ الحدیث، میرے اور دیگر حضرات کے انٹرویو بھی لئے جسے دوسرے دن ریڈیو پاکستان نے پورے آدھا گھنٹہ نشر کیا۔

آہ! حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی

یا اسفا! قلم کا جگر کیوں شق نہ ہو اور دل و دماغ کیوں جواب نہ دے بیٹھیں جبکہ کسی ایک متاع عزیز کے کھوجانے کے ماتم و شیون سے فارغ ہوئے بغیر لگا تار اپنی ساری متاع دین و دنیا سے ایک ایک کر کے محروم ہونا پڑے۔ ایسا لگتا ہے کہ علم و فضل، زہد و تقویٰ، جہاد و ریاضت کے سارے تارے ٹوٹ کر ہم غمگساروں کو شب دیبور کے حوالے کر رہے ہیں.....

دیکھو جسے ہے راہ فنا کی طرف رواں
تیرے محل سرا کا یہی راستہ ہے کیا؟

ابھی ہم محمود الملت والدین مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کے غم سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ یکا یک ملت کے غمخوار، عمر بھر حق و صداقت کیلئے باطل سے برسر پیکار اور چراغ مصطفوی کی حفاظت کے لئے شرار بولہبی سے ستیزہ کار مرد مجاہد، بطل جلیل حضرت مخدومنا مولانا غلام غوث ہزاروی نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا فرحمہ اللہ رحمة واسعة، دبستان شیخ الہند رحمہ اللہ سے وابستگی اور قریبی تعلق کی وجہ سے مغربی سامراج بالخصوص برطانیہ سے نفرت و عداوت گویا گھٹی میں پڑ گئی تھی۔ تقسیم ہند سے قبل تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی تو اس میں نمایاں کردار ادا کیا۔ علماء حق کا شیرازہ مجتمع کرنے کی فکر دامگیر ہوئی تو ۱۹۵۶ء میں حضرت شیخنا و استاذنا مولانا احمد علی لاہوریؒ کی سرپرستی و قیادت میں جمعیت العلماء اسلام کو وسیع پیمانے پر از سر نو منظم کیا۔ مولانا مرحوم پہلے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے اور حضرت لاہوری قدس سرہ جمعیت کے پہلے امیر، اور پھر جب علماء کے پھڑے ہوئے قافلہ کی ترتیب اور نئی شیرازہ بندی میں منہمک ہو گئے تو اخلاص جوش عمل اور سوز دروں کا زارہ لیکر اس کام میں وہ صعوبتیں اور مشقتیں اٹھائیں کہ الامان الحفیظ۔ بڑوں کے ناز اور معصروں کے نخرے اٹھائے، چھوٹوں کی منتیں کیں۔ بزرگوں کے بستر اور جوتے اٹھا اٹھا کر اور خوشامد کر کر کے انہیں مدرسہ و خانقاہ کے گوشہ ہائے عافیت سے نظم و جماعت اور جہاد و سیاست کی رزم گاہ میں کھینچنا چاہا اسی اثناء روکھی سوکھی پر گزارا کرتے رہے۔ جو قوت لایموت ملی بھی اسے اس دور میں جمعیت کے آرگن ”ترجمان اسلام“ کے زندہ رکھنے میں خرچ کیا، یہاں تک کہ موٹا جوٹا کھدر قسم کا جو ایک جوڑا تھا۔ جمعیت کے دفتر دہلی دروازہ میں قیام کے دوران اسکی دھلائی بھی قیٹانہ کر سکتے تو خود لنگی باندھ کر اسے دھولیتے کہ بچے ہوئے پیسے اخبار کے اخراجات میں لگ جائیں گے۔

یہ سارا عرصہ دین کی اشاعت باطل کے تعاقب اور جماعتی تنظیموں کے سلسلہ میں ہر صبح سفر، ہر شام سفر کا مصداق رہا مگر سفر بھی کیسا کہ بغل میں چھوٹا سا بستہ ایک جوڑا کپڑے اور حوالہ کیلئے فرق باطلہ کی دو چار کتابیں روکھی سوکھی خشک روٹی، تھرد کلاس میں سوار ہوئے جگہ نہ ملی تو چپکے سے کسی کونہ میں چادر بچھا کر بیٹھ گئے۔ رات بھر پاؤں پھیلانے کی کوئی جگہ نہ ملی تو بیٹھنے کی نشستوں میں کسی سیٹ کے نیچے چادر بچھا دی اور لیٹ گئے منزل مقصود پر پہنچنے، خرمن باطل پر یلغار کر دی، اگر کسی جگہ داخلہ پر پابندی ہے تو جھل دے کر یہ جاوہ جا اور اب کسی اور محاذ پر شہنشاہ مارنے کے درپے ہیں، نہ صلہ کے طالب نہ ستائش کی تمنا اور نہ میزبان کی میزبانیوں سے لطف اندوز ہونے کی فرصت و خواہش۔

مولانا کی ایک بڑی نایاب و نادر خوبی سیاست کے ہنگاموں، سٹیج کے شور و شر، بحث و مناظرہ کی گرما گرمی کے ساتھ ساتھ زہد و ریاضت اور اوراد و وظائف، شب بیداری اور اپنے رب سے سوز و گداز کے روابط کا برقرار رکھنا تھا جو اس دور میں عنقا سے کم نہیں۔ وہ بلاشبہ باللیل رہبان وباللنہار فرسان (رات

کوراہب دن کوشہ سوار) کا نمونہ تھے۔ جام شریعت کے ساتھ سندان عشق بنانا تو سنتے ہیں۔ مگر خارزار سیاست میں شریعت و طریقت کے ساتھ ساتھ سوز و ساز روئی اور پیچ و تاب رازی کی قبائے افتخار کو بھی تارتار ہونے سے بجا کر چلنا اس ضیغ اسلام ہی کا کام تھا۔

کون کون سی ادا اور کون کون سے خوبی ہے جس سے ہمارے ان بزرگوں کا گلشن حیات مالا مال نہیں۔ وہ جب گذر جاتے ہیں تو ہمیں قدر آتی ہے۔ پھر ایک ایک بات کو لوگ لئے روتے ہیں کہ زمانہ نہایت بانجھ ہوتا جا رہا ہے مہیب خلاؤں کا سماں ہے۔ مولانا مرحوم کا ذکر چلا تو عنان قلم روکنے سے بھی نہ رک سکا۔ مولانا رحمہ اللہ کے جنازہ پر جا کر زیارت اور کاندھا دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ فقر و قناعت، زہد و تقویٰ، جہاد و سیاست، حمیت و شجاعت کا یہ گنج گرانما سپرد خاک کر دینے کے بعد جب ہم لوگ دیارِ یللیٰ کی تنگ گلیوں سے گذرتے ہوئے واپس ہو رہے تھے۔ تو ایک ثقہ متدین قسم کے بزرگ نے مجھے ایک واقعہ سنایا اور اسی واقعہ پر ان سطور کو ختم کرتا ہوں۔

ناموس ختم نبوت پر اکلوتے بیٹے کی آخری دیدار کی قربانی سنت ابراہیمی کی تابندہ مثالی ”مولانا مرحوم کے جوش و جوانی کا دور تھا۔ اب جبکہ وہ زینہ اولاد سے محروم دنیا سے کوچ کر گئے مگر مولانا کی زینہ اولاد پیدا ہوئی ایسے ایک موقع پر مولانا کا صاحبزادہ اکلوتا بیٹا جو بڑھاپے کا سہارا بن سکتا تھا۔ شدید بیمار ہوا۔ بیماری سکرات موت کی حدود میں داخل ہوئی کہ اچانک بالاکوٹ سے اطلاع آئی کہ وہاں قادیانیوں نے پرہیزے نکال لئے ہیں اور فوراً پہنچنے کی ضرورت ہے۔ مولانا نے جان بلب لخت و جگر کو اسی حالت میں چھوڑا دیا۔ تقریر و مناظرہ کی کتابیں بغل میں اٹھائیں اور چل پڑے۔ لوگوں نے بے حد روکا کہ بچے کی حالت مخدوش ہے۔ فرمایا تم لوگ موجود ہو اور وہاں ناموس ختم نبوت کے تحفظ کی بات ہے۔ روانہ ہوئے۔ ابھی بھہ کی ذیلی سڑک سے بالاکوٹ جانے والی سڑک پر پہنچے تھے کہ کسی نے نور نظر بیٹے کی وفات کی اطلاع دی۔ فرمایا تم لوگ دفن کر دینا۔ اللہ نے اپنی امانت واپس لے لی۔ مجھے بالاکوٹ پہنچ کر قادیانیوں کا تعاقب کرنا ہے۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بات ہر چیز پر مقدم ہے۔

مولانا رحمہ اللہ نے بیٹے کے آخری دیدار اور پدری شفقت و محبت کو بھی ناموس دین پر قربان کر دیا اور اپنی روحانی مقتداء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی پیروی کی ایک اور تابندہ مثال قائم کر دی۔ مجھے خیال آیا کہ کیا عجیب آج شام بھی ملاءِ اعلیٰ ایک بار پھر اس ندائے ربانی سے گونج اٹھی ہو کہ: وَكَادَيْتُ أَنْ يُلَاقِيَهُمْ ۖ قَدْ صَدَقْتَ الرَّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (الصافات: ۱۰۴، ۱۰۵) يَأْتِيهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ أَرْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكَ رَاضِيَةً مُّرْضِيَةً ۖ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۖ وَادْخُلِي جَنَّتِي (الفجر: ۲۹، ۳۰)